

مختلف مذاہب فقہ میں ترکہ کی تعریف

تنزیل الرحمن

حنفیہ :

حنفیہ کے نزدیک ترکہ میت کے ان اموال سے عبارت ہے جن سے کسی غیر شخص کا حق دین (قرضہ) متعلق نہ ہو۔ (۱) چنانچہ وہ شے جس سے کسی غیر شخص کا حق دین مثلاً رهن وغیرہ متعلق ہو ترکہ کی مندرجہ بالا تعریف کی رو سے اس وقت تک ترکہ میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ دین رهن ادا نہ کر دیا جائے یا خود اس شے سے وصول نہ کر لیا جائے۔

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی میت کے ترکہ میں سے وہ حق جو کسی عین شے سے متعلق ہو ترکہ کی تعریف سے خارج شمار ہوگا جیسے شے مرہولہ، بالفاظ دیگر وہ حق جو قابل تقسیم ہے مرنے کے بعد اس کا شمار ترکہ میں ہو گا۔ (۲)

شافعیہ :

شافعی فقہاء کے نزدیک ہر وہ چیز جو انسان کی زندگی میں اس کی اپنی ملکیت تھی اور اس نے اپنی موت کے بعد اس کو اپنے پیچھے چھوڑا خواہ وہ اموال میں سے ہو یا حقوق میں سے ہو ترکہ کہلائے گا (۳) البتہ

(۱) البحر الرائق ابن نجیم، مطبوعہ مصر ۱۳۳۴ھ، ج ۲۸، ص ۳۸۹

(۲) مخرج من تركة الميت حق تعلق بين كالموهون، جواهر الاكلیل شرح مختصر خليل، الآبی عبد السمیع، مطبعة المصطفی البابی العلیی مصر، ۱۳۶۶ھ، جلد ۲، ص ۳۲۷۔ (كتاب الفرائض) الدكتور محمد يوسف عوله بالا ص ۷۲۔

(۳) التركة في الميراث في الإسلام، الدكتور محمد يوسف موسى، مطبوعہ مصر، ۱۹۶۰ء، ص ۷۲۔

صاحب مغنی المحتاج کی عبارت سے یہ صراحت ملتی ہے کہ شافعیہ کے نزدیک بھی اگر شے متروکہ سے کسی غیر کا حق مثلاً رهن، متعلق ہو تو وہ شے ترکہ نہ کہلائے گی جب تک کہ حق غیر اس شے سے ساقط یا ادا نہ ہو (۴)

حنبلہ :

یہی صورت حنبلی فقہاء کے نزدیک ہے۔ ان کے نزدیک بھی ترکہ وہ حق ہے جو میت نے اپنے بعد چھوڑا ہو۔ اسی سبب سے اس کو ”ورثہ“ کہا جاتا ہے (۵)

ظاہریہ :

ظاہریہ فرقہ کے امام ابن حزم کا مسلک احناف کے مطابق ہے (۶)

شیعہ :

شیعی فقہاء کے نزدیک میت کا چھوڑا ہوا مال اگرچہ ترکہ شمار ہوگا، لیکن اگر وہ مال دین میں مستغرق ہے تو وہ صرف حکماً مورث کی ملکیت مانا جائے گا اور بوجہ بار رهن و رثاء کی طرف منتقل نہ ہوگا اور اگر مستغرق نہیں ہے تو بعد ادائی دین و رثاء میں تقسیم ہو جائے گا (۷)

تجزیہ :

مندرجہ بالا اجمالی تعریفات سے دو نقطہ ہائے نظر سامنے آتے ہیں۔ ایک یہ کہ ترکہ اسوال سے عبارت ہے اور دوسرے یہ کہ ترکہ میں اسوال اور حقوق دونوں شامل ہیں۔ مالکیہ شافعیہ اور حنبلیہ ترکہ کی تعریف میں اسوال اور حقوق دونوں کو شامل کرتے ہیں اور اپنے مسلک کی تائید میں

(۴) مغنی المحتاج شرح الوہاج الشریفی شیخ محمد الخطیب مطبوعہ مکتبۃ البانی العلمی مصر ۱۴۲۷ ج ۳، ص ۲ (کتاب الفرائض)۔

(۵) الترمذی و المیراث فی الاسلام الدكتور محمد یوسف موسیٰ مطبوعہ مصر ۱۹۹۰ ج ۱، ص ۷۲۔

(۶) المحلی ابو محمد ابن حزم الظاہری (م ۵۴۰۶) مطبعة الامام قاہرہ ج ۲، ص ۲۰۹ (ماخوذ)

(۷) فرائع الاسلام العلی نجم الدین (م ۵۴۷۴) مطبوعہ بیروت النظم الرابع، ص ۲۸۳ (ماخوذ)۔

مضبور (مصلعہ) کی حدیث ”من ترک مالا او حقا فلورثته“ سے استدلال کرتے ہیں۔ لیکن احناف کہتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ ”حقاً“ محفوظ نہیں ہے اور جو محفوظ نہیں ہے وہ دلیل نہیں بن سکتا (۸)

دراصل جہاں تک اسوال کے ترکہ ہونے کا تعلق ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ حقوق ترکہ میں شامل ہیں یا نہیں۔

حقوق :

فقہاء امت نے لفظ ”حقوق“ کو متعدد معانی میں استعمال کیا ہے۔ بالعموم اس کا اطلاق نفس ملک مصلح اور منافع پر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر ایسی عین شے یا امر جس میں شریعت نے انسان کو اس کے مطالبہ کا مجاز بنایا ہو یا کسی دوسرے کے تصرف سے محفوظ رکھا ہو یا کسی دوسرے کو منع کر دینے یا دے دینے یا اس کے ذمہ سے ساقط کر دینے یا معاف کر دینے کی آزادانہ اجازت دی ہو، اس پر ”حق“ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی لفظ ”حق“ عین شے اور مملوکہ منافع کے مقابلے میں محض ایسی مصلحت پر بولا جاتا ہے جس کو شریعت نے موجود و ثابت قرار دیا ہو اور خارج میں سوائے اس شرعی اعتبار کے اس کا کوئی حسی وجود نہ ہو بلکہ صرف شارع نے اس کو موجود و ثابت قرار دیا ہو جیسے کہ مکان مشفوعہ میں شفیع کے لئے شفیعہ کا حق یا مقتول کے اولیاء (۹) کے لئے قاتل سے قصاص کا حق یا شوہر

(۸) التکرہ و المیراث فی الاسلام، الدکتور محمد یوسف موسیٰ، مطبوعہ مصر، ۱۹۶۰ء، ص ۷۲۔

(۹) قرآن حکیم میں مقتول کی دیت و قصاص کے سلسلے میں ”ولی“ کا لفظ آیا ہے جس کی جمع ”اولیاء“ آتی ہے۔ لفظ ”ولی“ سے ذہن فوری طور پر ”وارث“ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ لیکن قرآن پاک لفظ ”ولی“ کے استعمال سے دیت یا قصاص کے مطالبہ کو صرف وراثہ تک محدود نہیں رکھتا۔ بلکہ ولی کی وسیع تر اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ مقتول کی دیت یا قصاص کا مطالبہ مقتول کا ولی کر سکتا ہے۔ خواہ وہ وارث ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ مقتول کا کوئی وارث موجود نہ ہونے کی صورت میں اسٹٹ مقتول کی ولی ہوگی۔ (مؤلف)۔

کے لئے زوجہ کو طلاق دینے کا حق - یہ تمام حقوق اعتباری ہیں جن کے لئے کوئی خارجی وجود نہیں ہوتا بلکہ صرف شریعت کے اعتبار و فرض کر لینے سے یہ حقوق موجود و ثابت تصور ہوتے ہیں -

کتب فقہ کے مطالعہ سے حقوق کی حسب ذیل چند قسمیں سامنے آتی ہیں :

(الف) (۱) حق مالی محض (۲) حق تابع مال (۳) حق بمعنی مال (۴) حق

شخصی محض -

(ب) حق مشابہ مال و ذات شخصی -

الف (۱) حق مالی محض :

وہ حق جو محض مال ہی ہو یعنی عین مال ہو مثلاً قرضہ جو کسی دوسرے شخص کے ذمہ ہو -

الف (۲) حق تابع مال :

وہ حق جو مال کے تابع ہو جیسے اشیاء سے استفادہ کرنے کا حق، جو عین شے کے تابع ہوتا ہے مثلاً حق سکونت یا حق الفکاک رہن -

الف (۳) حق بمعنی مال :

وہ حق جو اگرچہ خود عین شے نہیں ہوتا مگر اس کے مانند تصور ہوتا ہے یعنی اگرچہ وہ حق فی نفسہ مال نہیں لیکن یا تو مال کا قائم مقام ہے یا مال کے ساتھ متصل ہے یا اس کو امداد و استحکام پہنچانے والا ہے اور اس طرح اصل شے سے استفادہ کی قیمت میں اضافے کا موجب ہوتا ہے جیسے حق گزر، حق گزر آب، حق شرب، حق علو (اوپر جانے کے لئے زینہ پر چڑھنے کا حق) -

الف (۴) حق شخصی محض :

وہ حق جو محض شخص کی اپنی ذات سے متعلق ہو اور جس میں مالی عنصر بالکل موجود نہ ہو جیسے کہ ماں کا حق حضانت یا باپ کا بچے کی ذات

و مال کا حق ولایت یا شوہر کا اپنی زوجہ کو طلاق دینے کا حق، یا شوہر کا اپنی زوجہ سے استمتاع (فائدہ اٹھانے) کا حق۔

تجزیہ :

وہ حق جو مالی ہے یا مال کے تابع ہے اس کے ترکہ میں شامل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ دراصل وہ مال ہی کی ایک قسم ہے۔ البتہ وہ حقوق جو غیر مالی ہیں، بہ الفاظ دیگر موث کی اپنی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں، ان میں میراث جاری نہیں ہوسکتی، جیسے واہب کا اپنے ہبہ میں رجوع کرنے کا اختیار یا مال کا حق حضانت یا باپ کا حق ولایت، خیار شرط یا خیار روت (۱۰)۔ لیکن وہ حق جو اگرچہ شخصی ہیں مگر اپنی نوعیت کے اعتبار سے مالی بھی ہیں ترکہ میں شامل ہونگے یا نہیں، اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ اس اختلاف کی حقیقت کو واضح کیا جائے، ضروری ہے کہ حق تابع مال اور بمعنی مال کے فرق کو بیان کر دیا جائے۔ اس سے اصل اختلاف کو سمجھنے میں سہولت ہوگی۔

حق تابع مال و حق بمعنی مال میں فرق :

حق تابع مال اور بمعنی مال میں ایک دقیق فرق ہے، وہ یہ کہ کسی مال سے اس کی حقیقی منفعت حاصل کرنے کا حق ”حق تابع مال“ کہلاتا ہے جیسے مکان میں سیکورٹ حاصل کرنے کا حق یا کھیتی باڑی کی زمین میں کھیتی کرنے کا حق، کہونکہ اس زمین کی حقیقی منفعت کھیتی کرلا ہی ہے۔ چنانچہ یہ حق سیکورٹ یا کھیتی باڑی کرنے کا حق مکان و زمین کے تابع ہوں گے اور حق تابع مال کہلائیں گے۔ لیکن جہاں تک مکان کی بالائی منزل پر جانے کے لئے زینہ پر چڑھنے کے حق یا کھیتی کی زمین میں جانے

(۱۰) خیار شرط اور خیار روت کو امتثال سے نزدیک ”حق شخصی حق“ قرار دیا گیا ہے (مولف)

کے لئے گزرنے کے حق کا تعلق ہے، یہ مکان اور زمین سے استفادہ و التفاع کے لئے مددگار اور اس کے حق میں مؤثر ہیں اس لئے ان کو ”حق بمعنی مال“ کہا جائے گا ”حق تابع مال“ نہیں کہا جائے گا۔

دوسرے لفظوں میں عین شے سے حقیقی منفعت و مطلوب حاصل کرنے کا حق ”حق تابع مال“ کہلائے گا اور جو حق ان حقوق کے لئے مددگار و مؤثر ہوگا وہ ”حق بمعنی مال“ کہلائے گا۔ کیونکہ یہ حق اپنے اندر بذات خود مال کے معنی پیدا کر لیتا ہے۔ اس مقام پر یہ امر واضح رہنا چاہئے کہ یہ تقسیم حنفیہ کے برخلاف دیگر مذاہب فقہ کے تحت ہے۔ حنفی مسلک کے مطابق حقوق کی صرف تین ہی قسمیں ہیں۔ اول مال، دوسرے حقوق تابع مال اور تیسرے حقوق شخصی۔ پہلی اور دوسری صورت میں حنفی فقہاء التقال وراثت کے قائل ہیں اور تیسری قسم میں نہیں۔ دیگر ائمہ و فقہاء کے نزدیک مذکورہ تین قسموں کے علاوہ دو مزید قسمیں بھی پائی جاتی ہیں یعنی اول ”حقوق بمعنی مال“ (جس کا ذکر کیا جا چکا ہے) اور دوسرے وہ حقوق جو بیک وقت ایک اعتبار سے شخصی اور دوسرے اعتبار سے مالی ہوں جن کا ذکر سطور ذیل میں کیا جا رہا ہے۔

(ب) حق مشابہ مال و ذات شخصی :

وہ حق جو مال اور حق شخصی دونوں سے مشابہ ہو ”حق مشابہ مال و ذات شخصی“ کہلاتا ہے۔ یعنی حق نہ محض مالی ہو اور نہ محض شخصی۔ جیسے کہ ایک قرض دار کا پیغام معینہ میں قرض ادا کرنے کا حق، یہ ایک اعتبار سے، حق مالی ہے اور دوسرے اعتبار سے حق شخصی ہے۔ اس اعتبار سے کہ قرض خواہ نے مقروض کی شخصیت، اس کے حالات اور باہمی تعلقات کے پیش نظر، اس کے ساتھ سلوک کرنے کی غرض سے یہ رہائش دی تھی، مقروض کا حق شخصی قرار پایا ہے، جو لا قابل التقال ہے، اور مقروض کی موت کے فوراً

وہ مہماد معین (جو ابھی نہ گزری ہو) ساقط ہو کر قرضہ فوری واجب الادا ہوتا ہے۔ لیکن اس اعتبار سے کہ لوگوں میں عام رواج پایا جاتا ہے کہ ل (Deferred) قرضہ عموماً معجل (Prompt) قرضے کے مقابلے اپنی مقدار کے لحاظ سے زیادہ ہوا کرتا ہے اور یہ مدت ادائی زیادتی مقدار کے مقابلے میں متصور ہوتی ہے، اس لئے قرضہ کا ایک معینہ میں ادا کرنے کا حق، محض شخصی نہیں، بلکہ ”مالی“ بھی ہے جو مقروض کی وفات کے بعد، اس کے وراثہ کو منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نت کنندہ اور خریدار کا حق خیار بیع یا خریدار کا حق خیار عیب ”حقوق بہ مال و ذات شخصی“ میں شامل ہیں جیسا ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے۔

دراصل یہ امر کہ حق مشابہ مال و ذات شخصی ترکہ میں شامل ہے ہیں اس حق کے مالی اور غیر مالی ہونے کی بحث کو اس کی تمام تر جزئیات ساتھ اپنی تہ میں لئے ہوئے ہے۔

حقوق کی اس توضیح و تفصیل سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ وہ تمام اموال (منقولہ و غیر منقولہ) جن کا مورث حیات میں مالک تھا اور حقوق مالی محض یا بمعنی مال مورث کے لئے، بعد وراثت میں وراثہ کی طرف منتقل ہو جائیں گے، اور وراثہ بطریق ت ان کے مالک و وارث ہوں گے۔ اسی طرح حقوق شخصی محض کے بارے میں تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ ایسے حقوق مورث سے وراثہ کی طرف رجحان منتقل نہیں ہوں گے۔ البتہ جیسا کہ سطور بالا میں اشارہ کیا گیا ہے کرام کا ایسے حقوق میں جو حقوق مالی و حقوق شخصی ہر دو سے مشابہت ہوتے ہیں، قابل وراثت ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جن فقہاء نے ان کے انتقال پر رجحان منتقل ہونے پر ترجیح دی ہے، وہ ان کے

وراثت میں منتقل ہونے کے قائل ہیں۔ اور جو ان کے شخصی ہونے کو ترجیح دیتے ہیں وہ ان کے وراثت میں وراثہ کی طرف منتقل ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

جمہور فقہاء اور اکثر ائمہ کا مسلک ہے کہ یہ حقوق (مشابہ مال و ذات شخصی) وراثت میں مورث سے وراثہ کی طرف منتقل ہو جائیں گے جب کہ حنفی فقہاء اور ابو محمد بن حزم ظاہری کا یہ مسلک ہے کہ ان میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔ چنانچہ ان کے نزدیک (بطور مثال) حق شفعہ باوجود مطالبہ شفعہ عدالت کے فیصلے سے پہلے ”ناقابل تورث“ ہوگا۔ چنانچہ احناف اور امام ابن حزم کے نزدیک شفعہ کے مطالبہ کے بعد، عدالت کے فیصلے سے قبل اگر شفیع کا انتقال ہو گیا تو شفعہ کا حق باطل ہو جائے گا اور اس کے بعد وراثہ کو شفعہ کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح خیار شرط و خیار ریت بھی اس شخص کی موت سے باطل ہو جائیں گے۔ چونکہ احناف اور امام ابن حزم ظاہری کے نزدیک یہ تمام خیارات انسان کے ارادہ اور اس کی رغبت پر مبنی تھے جو اس کے فوت ہونے کے ساتھ معدوم ہو گئے اس لئے وہ ناقابل ارث ہیں۔ ان کے ماسوا دیگر ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ خیارات مورث سے منتقل ہو کر اس کے وراثہ کو وراثت کے ذریعہ حاصل ہو جائیں گے۔ ائمہ ثلاثہ و جمہور فقہاء حق شفعہ کو زمین کے ساتھ بطور خادم اور معاون کے قرار دیتے ہوئے اس کو مال سے متعلق ٹہراتے ہیں، جب کہ غنیمہ اس کو صرف ایک شخص ارادہ کہہ کر ناقابل ارث قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ارادہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ بالفاظ دیگر حنفی فقہاء اور امام ابن حزم نے ان حقوق کے ”شخصی پہلو“ کو قابل ترجیح قرار دیا ہے جب کہ دیگر ائمہ نے ان حقوق کے ”مالی پہلو“ کو غوریت سے دیکھ کر ان کو قابل ارث قرار دیا ہے۔

نتیجہ نکو: وراثت میں منتقل ہونے کے قائل اور وراثت سے محروم ہونے کے قائل کے درمیان اختلاف ہے۔

وامم الحروف کے نزدیک حق شفعہ کے قابل ارث ہونے والا ہے۔

یہ فیصلہ کن عنصر محض مورث کا ارادہ ہی نہیں بلکہ یہ ایک ایسا حق ہے جو فی الحقیقت زمین سے متعلق اور مال کے معنی میں ہے اور بالآخر مورث کے اہل و عیال (ورثاء) کے مالی مفاد کے لئے ہے۔ اس لئے یہ حق قابل ارث قرار یا جانا چاہئے اور اس سلسلہ میں ائمہ ثلاثہ کی رائے قرین صواب معلوم ہوتی ہے۔ اکثر اسلامی ممالک میں بھی اسی کے مطابق عمل ہو رہا ہے۔ چنانچہ مصر میں بھی از روئے قانون مجریہ ۱۹۳۹ ع حق شفیعہ کو مالی حق قرار دیکر دوسرے مالی حقوق کی طرح قابل ارث قرار دیدیا گیا ہے۔ (۱۱)

منافع محض :

حقوق کی بحث نامکمل رہ جائے گی، اگر منافع محض کا ذکر نہ کیا جائے۔ مہر فقہاء کے نزدیک ”منافع محض“ اسوال کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ان میں وراثت جاری ہوگی۔ مگر حنفیہ کے نزدیک ”منافع محض“ قابل تورث ہیں کیونکہ ان کے نزدیک وہ اسوال نہیں ہیں اور نہ اسوال کے درجہ میں ہیں، خواہ یہ منافع عوض کے ذریعہ حاصل ہوں جیسا کہ اجارے کے عقد میں ہوتا ہے یا بغیر عوض کے حاصل ہوں جیسا کہ وصیت میں ہوتا ہے۔

چنانچہ امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور لیث بن سعد کے نزدیک اگر کسی شخص نے زمین یا مکان یا دوکان ایک مدت معینہ تک کے لئے اجارے پر لی ہو اور مدت پوری ہونے سے پہلے مستاجر (اجارہ پر لینے والا) فوت ہو جائے تو اجارہ فسخ ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کے حق میں مکان میں ایک معینہ مدت کے لئے سکونت کی وصیت کی ہو اور اس مدت کے گزرنے سے پہلے موصی نہ کا انتقال ہو جائے تو اس کی موت سے وصیت ختم ہو جائے گی وراثت کی طرف منتقل نہ ہوگی اور ان (ورثاء) کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ وصیت کے تحت بقیہ مدت تک مکان میں سکونت اختیار کریں۔ امام

(۱) احکام الموارث، جبر عبداللہ (فقہ عام) مطبوعہ دارالمعارف مصر، ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ ع، ص ۲۱
(ان لمرث بحکمة النقص فی ۸ یونیہ سنۃ ۱۹۳۹ ع ان حق الشفعة یورث)۔

مالک، شافعی، احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ اور ابو ثور کے نزدیک، متعادلین (کرایہ پر لئے والے یا دینے والے) کے فوت ہو جانے سے عقد اجارہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ وراثہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ دراصل ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عقد اجارہ عقود لازمہ میں داخل ہے جو دونوں فریق کی طرف لازم ہو جاتے ہیں اور کسی کی موت کی بناء پر فسخ نہیں ہوا کرتے الا یہ کہ کوئی ایسا سبب پایا جائے جس سے عقد لازم فسخ ہو جایا کرتا ہے مثلاً عیب یا جو چیز استیفائے منفعت کا محل تھی معدوم ہو جائے یا منفعت کے قابل نہ رہے (۱۲)۔

نتیجہ فکر:

احناف کے نزدیک مستاجر کی موت کے بعد اس کے لواحقین کو ضرر پہنچنے کا خطرہ ہے تو حاکم کو عقد اجارہ باقی رکھنے کا حکم دینے کا حق حاصل ہوگا بلکہ بعض حالات میں یہی اولیٰ ہوگا کہ باقی رکھنے کا حکم دے دے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی شخص نے زراعت کے لئے ایک معین مدت کے لئے اراضی اجارے پر لی ہو اور اس مدت کے اندر آجر یا مستاجر فوت ہو جائے درحالیکہ اراضی میں کھیتی قائم ہو جو کٹائی کی حد کو نہ پہنچی ہو تو اس کھیتی کو اراضی میں اس وقت تک چھوڑے رکھا جائے گا جب تک وہ کٹنے کے قابل ہو جائے اور مستاجر کے وراثہ پر اس اجرت کا ادا کرنا لازم ہوگا جو اجارے میں متعین کی گئی ہوگی کیونکہ اگر ایسی صورت میں کھیتی کاٹ دینے کا حکم دیا جائے تو مستاجر کے وراثہ کو ضرر پہنچے گا اور اگر بغیر اجرت کے کھیتی قائم رہنے کا حکم دیا جائے تو آجر کے وراثہ کو ضرر پہنچے گا لہذا دونوں ضرروں کا دفعہ اسی طرح ممکن ہوگا کہ کھیتی

(۱۲) بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد (فقہ اربعہ) ابن رشد (م ۵۰۹۰) مطبعة مصطفى البابي الحلبي

مصر، ۱۹۶۰ع، ج ۲، ص ۲۳۰۔

رحمة الامة حاشیہ بر المیزان الکبریٰ (فقہ اربعہ) عبد الوہاب الشرنابلی (م ۱۹۷۴) مطبعة مصطفى

البابی الحلبي مصر، ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ع، ج ۱، ص ۲۲۱۔

ائم رہے اور اجرت آجر کے ورناء کو ادا کی جائے۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے ذات کے لئے عقد اجارہ واقع ہوا ہے اگر اس کی موت واقع ہو جائے تو اجارہ اطل ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی عذر پیش آجائے تو اجارہ فاسد و باطل نہ کیا جائے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ متعاقبین کی موت کے بعد اگر آجر اور مستاجر کے ورناء نے اس عقد کے باقی رکھنے پر اظہار رضامندی کر دیا تو جارہ قائم رہے گا اور یہ ایسا ہوگا جیسا کہ ایک جدید عقد وجود میں آگیا ہو (۱۳)

چنانچہ احناف کے نقطہ نظر کے بموجب جس معاہدہ کے ذریعہ منفعت حاصل کی جارہی ہو اگر اس معاہدہ کے فوراً ختم ہو جانے سے کسی فریق کے ورناء اور ان کے مقابل کو ضرر پہونچتا ہو تو اس صورت میں ضروری ہوگا کہ ورناء یا فریق مقابل کے درمیان کسی جائز جدید معاہدہ شرعی کے انعقاد کے ذریعہ اس ضرر کو دور کیا جائے اور ضرر کے دور ہونے کے وقت تک اس بدید معاہدہ کی مدت مقرر کردی جائے۔ مدت مقررہ کے انقضاء پر اس معاہدہ کو ختم سمجھا جائے گا۔ اس کے بعد فریقین اگر باہم راضی ہوں تو دوبارہ معاہدہ کرلیں، بصورت دیگر معاہدہ ختم متصور ہوگا الا یہ کہ معاہدہ سے اس کے خلاف منشاء ظاہر ہوتا ہو۔ مثلاً ایک شخص نے زمین کھیتی کے لئے کراہہ پر لی تھی یا مکان سکونت کے لئے لیا تھا۔ لیکن مدت پوری ہونے سے قبل مستاجر کا انتقال ہوگیا یا زمین میں فصل کھڑی ہوئی ہے تو اپنی التہا کو نہیں پہنچی ہے۔ ایسی صورت میں مستاجر مرحوم کے معاہدہ کو بقول حنفیہ، فوراً باطل قرار دینے سے مستاجر کے ورناء کا نقصان اُرم آتا ہے، اگر زمین سے فصل کو جدا کیا جاتا ہے یا مرحوم کے ورناء کو پوری مکان کے تغلیہ کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اول صورت میں فصل بائع ہوگی اور دوسری صورت میں مکان کا پوری مل جانا دشوار ہوگا۔ لہذا

(۱۲) بدائع الصنائع، ملہام کلماتی (۵۰۸۷) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ ج ۳، ص ۲۲۲-۲۳

از روئے قانون معاہدہ کو ایک معینہ مدت کے لئے جاری یا تجدید شدہ تصور کیا جائے یا حاکم پر واجب قرار دیا جائے کہ وہ مستاجر کے ورناء اور زمین یا مکان کے مالک کے مابین اس وقت تک کے لئے جدید معاہدہ اجارہ منعقد کرا دے جس وقت تک فصل کاٹنے کے قابل اور دوسرا مکان سکونت کے لئے سہیا ہوا ممکن ہو، اور مدت ختم ہونے پر فریقین کو اختیار دیا جائے کہ یا وہ پھر معاہدہ کر لیں یا زمین اور مکان کا تغلیہ کر دیں۔

راقم الحروف کے نزدیک اگر معاہدہ اجارہ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ فریقین کی تعریف میں ان کے ورناء قانونی بھی شامل ہیں تو عقد اجارہ کسی فریق کی موت سے نسخ نہ ہونا چاہئے۔ ہر صغیر ہندو پاکستان میں کرایہ پر لی ہوئی شہری غیر منقولہ جائدادوں میں حق کرایہ داری کو قابل اثر قرار دیا گیا ہے (۱۴)۔ کیوں کہ موجودہ دور میں غیر منقولہ جائدادوں کی شدید قلت ہے اور تجارتی و معاشی اہمیت کے پیش نظر ایسا کرنا لاہدی ہے۔ دراصل منافع کی بذریعہ وراثت منتقلی معاشرے کے عرف و عادت پر مبنی ہوئی چاہئے۔ اس ضمن میں ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر جدید عہد کے تقاضوں سے قریب تر نظر آتا ہے۔

ترکہ کا وجود :

استحقاق میراث کے لئے ترکہ کا وجود بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنے اسواں یا حقوق مالی میں سے کوئی شے قابل توریث نہ چھوڑے تو سرے سے میراث کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا اور اگر میت نے بلا ترکہ اپنے ذمہ کوئی قرضہ چھوڑا ہو تو ورناء پر یہ قرض لازم نہ ہوگا کیونکہ دائن (قرض خواہ) کا حق ترکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ کہ ورناء

14. Section 2 (i) of West Pakistan Urban Rent Restriction Ordinance (VI) 1959. "Tenant means... and includes (b) the wife and children of a deceased tenant."

ن ذات سے - لہذا ایسی صورت میں وارث کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہوگا۔ ترکہ وجود نہ ہونے کے باوجود اگر وارث اپنے مورث کے ذمہ واجب قرض کی ادائیگی کرتا ہے تو اس کا یہ عمل تبرع (احسان) کہلانے کا جس کے لئے وہ آخرت میں اجر انے کا مستحق ہوگا۔

ترکہ کے موجود ہونے کی صورت میں اس کا شرعاً جایز ہونا ضروری ہے۔ تاہم ناجایز اور حرام اشیاء یا حقوق مالی کا شمار ترکہ میں نہیں کیا جاسکتا مثلاً شراب کا ذخیرہ گھوڑ دوڑ (رہس) کا جیتا ہوا رویہ وغیرہ۔

وضاحت :

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شریعت اسلام کی رو سے جو اموال و حقوق ناجایز ہیں کسی اسلامی ملک (بشمول پاکستان) نے اپنے رائج الوقت قوانین کے ذریعہ ان اموال و حقوق کو قانونی حیثیت دے رکھی ہے تو ان کی کیا صورت ہوگی؟ آیا وہ ترکہ میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ مثلاً شراب کا ذخیرہ، لائری اور رہس میں جیتا ہوا رویہ، سود اور بیمہ کی رقم، اور فلمیں وغیرہ۔

اس سلسلہ میں راقم الحروف کی رائے یہ ہے کہ جن ممالک میں لائری یا رہس کے کاروبار، شراب فروشی، بینک کاری اور بیمہ کو قانونی تحفظ حاصل ہے ان ممالک میں وراثت کو متوفی کے ان مملوکیات کو ترکہ میں شامل کرانے اور مقررہ حصص کے مطابق تقسیم کرانے کا اختیار ہوگا۔ ایسا کرنا ان ممالک میں رائج قانون کی بناء پر ہوگا (۱۰) بحر الرائق میں لکھا ہے کہ ”اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کا متروکہ (بطور مال) شراب کی قیمت ہو یا ظلم و تعدی اور رشوت کے ذریعہ حاصل شدہ مال ہو تو وراثت کے لئے واجب ہوگا

(۱۰) البحر الرائق زين العابدين ابراهيم ابن نجيم (۸۹۷۰) مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ باب الکراهية، ج ۸، ص ۲۰۱۔

کہ اس متروکہ میں سے کچھ بھی نہ لیں اور یہی ان کے لئے مناسب ہے۔ اور اگر ان اسوال کے اصلی مالکوں کو جانتے ہوں تو ان کو لوٹا دیں اور اگر نہ جانتے ہوں تو صدقہ کر دیں،،۔ اس عبارت سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ حرام مال میں وراثت کا اجراء وراثہ کے حق میں باعث گناہ ہوگا۔ اگر وہ اپنا حصہ پالیں تو یہ بہتر ہوگا کہ کسی ضرورت مند کو دے ڈالیں۔ ان کا ایسا کرنا بنفسہ آخرت میں باعث ثواب نہ ہوگا بلکہ خود کو اکل حرام کے گناہ سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ عمل اللہ کے نزدیک باعث اجر ہو سکتا ہے۔

ترکہ کی بحث میں ایک آخری سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مورث کی وفات کے بعد ترکہ میں اگر اضافہ ہوا ہو تو اس کی کیا نوعیت ہوگی؟ حنفیہ کے نزدیک ترکہ میں بعد وفات جو اضافہ ہو وہ دائنین کے حق میں مشغول سمجھا جائے گا مگر جمہور شافعی علماء کے نزدیک دائنین کا اس اضافہ پر کوئی حق نہ ہوگا۔ ترکہ کے دین میں مشغول ہونے کی صورت میں حنفی نقطہ نظر قرین صواب معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ ترکہ مرہون ہو۔

